مواعظِ اختر نمبر ۱۳

راہِ سنّت اور قلبِ سلیم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

hazratmeersahib.com

راہِ سنت اور قلبِ سلیم

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

بہ فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اس کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

نامِ وعظ: راہِ سنت اور قلبِ سلیم

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج المِلّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطبِ زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: ۱۷/اگست ۱۹۸۴ء

مقام: خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشنِ اقبال کراچی

موضوع: قلب کی اصلاح اور قلب سلیم کی پانچ تفاسیر

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب دامت برکاتہم
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

ناشر: ادارہ تالیفاتِ اختریہ
بی ۸۴، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

فہرست

عنوانات	صفحہ نمبر

راہِ سنت اور قلبِ سلیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ○﴾

(سورۃ الشعرآء۔ آیت ۸۸،۸۹)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

((اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ

وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ))

(صحیحُ البخاری، کتابُ الایمان، بابُ فضل من استبرأ لدینہ، ج:۱، ص:۱۳)

میرے شیخِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ وعظ سے پہلے دو تین سنت بیان کرلیا کرو ورنہ وعظ کا مضمون ایسا پھیل جاتا ہے کہ پھر بات یاد نہیں آتی اور اس زمانہ میں ایک سنت پر عمل کرنے اور اس کو امت تک پہنچا دینے کا اجر سو شہیدوں کے برابر ہے۔ اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ جس چیز کا مذاکرہ ہوتا ہے وہ چیز یاد رہتی ہے اگر اس کا بار بار تذکرہ نہ ہو تو وہ چیز بھلا دی جاتی ہے لہٰذا بار بار تذکرہ کرنے سے بھولا ہوا سبق یاد رہتا ہے۔ یہاں تک کہ خود مقرر بھی، وعظ کرنے والا بھی اگر بار بار اس کا تذکرہ نہ کرے گا تو وہ بھی ایک دن اپنا سبق بھول جائے گا۔ اگر استاد طالبِ علموں کو نہ پڑھائے تو وہ بھی اپنا پڑھا ہوا سبق بھول جاتا ہے تو پڑھانے سے استاد کا علم بھی تازہ ہوتا ہے اور طالبِ علم اور سامعینِ کرام کا بھی علم تازہ ہوتا ہے۔

ادعیہ مسنونہ کے نام سے ایک کتاب ہے جو حضرت مولانا شاہ ابرار الحق دامت برکاتہم کی لکھی ہوئی ہے، کتب خانہ مظہری میں دستیاب ہے اور انتہائی کم قیمت کی ہے اس کو خرید لیا جائے، اس میں روزمرہ کی سنتیں اور دعائیں لکھی ہوئی ہیں، کھانے پینے کی، اٹھنے، بیٹھنے کی، سونے جاگنے کی، مسجد میں آنے جانے کی، صلوٰۃ الحاجات کی۔ تو ان سنتوں پر عمل کرکے آہستہ آہستہ سنت کے مطابق زندگی گذاریں۔

سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل کرنا ادائے بندگی ہے

ایک شخص ہر وقت مراقبہ کرتا ہے، ہر وقت ذِکر کرتا ہے مگر بیت الخلاء جاتے وقت داہنا پاؤں پہلے داخل کرتا ہے اور نکلتے وقت بجائے داہنا پیر پہلے نکالنے کے بایاں پیر پہلے نکالتا ہے، تو یہ سنت کے خلاف استنجاء کرتا ہے، سنت کے خلاف وضو کرتا ہے، سنت کے خلاف مسجد میں جاتا ہے، دن میں متعدد بار جوتا پہنتا ہے مگر ہر دفعہ سنت کے خلاف کرتا ہے یعنی پہلے بائیں پیر میں جوتا پہنتا ہے، ہر مسلمان دن میں کئی کئی مرتبہ جوتا پہنتا اور اُتارتا ہے تو اگر سنت کے مطابق جوتا پہنے اور اُتارے تو دن میں کتنی مرتبہ سنت پر عمل کرنے کا اجر ملے گا۔ یہ سنت بخاری شریف میں بڑی مضبوط روایت کے ساتھ مذکور ہے۔ حدیث کی سب سے بڑی کتاب بخاری شریف ہے۔ اس کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

((إِذَا انْتَعَلَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِالْيَمِيْنِ وَإِذَا نَزَعَ فَلْيَبْدَأْ بِالشِّمَالِ))

(صحیح البخاری، باب یبداء بانتعال الیمنی، ج:۲، ص:۸۷۰)

تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ اب آپ کہیں گے کہ صاحب! ذرا ذرا سی بات پر سنت ہے تو دوستو! بندہ کے معنی ہی یہی ہیں، بندگی نام ہی اسی کا ہے کہ ہماری کوئی سانس مالک کی مرضی کے خلاف نہ گذرے۔ بندگی اس کا نام نہیں کہ فجر کی نماز پڑھ لی اب ظہر تک سینما دیکھو، وی سی آر دیکھو، جھوٹ بولو، رشوت لو، جس طرح سے چاہو زندگی گذارو، بندگی اس کا نام ہے:

﴿وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ﴾

(سورۃ الحجر، آیت:۹۹)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ تم ہمارے بندے ہو، تمہاری بندگی کی قید تمہاری موت تک ہے، جب تک زندہ ہو ہماری بندگی کی قید میں ہو، ایک سانس بھی ہماری مرضی کے خلاف نہیں لے سکتے، ساری عمر ہماری عبادت اور بندگی کی زنجیریں اپنی گردن میں ڈالے رہو، بندہ بن کر رہو، بندگی کے حقوق ادا کرتے رہو، حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ یہاں تک کہ تمہیں یقین آجائے۔ یقین معنی موت کے ہیں۔ مفسرین کا اس پر ہے کہ اجماع ہے کہ یہاں یقین کے معنی موت کے ہیں۔ موت کا نام اللہ تعالیٰ نے یقین رکھ دیا یعنی موت اتنی یقینی چیز ہے کہ اس کا نام ہی یقین رکھ دیا۔ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ یعنی موت اتنی بین الاقوامی مُسلّمات میں سے ہے کہ اس کا نام ہی یقین پڑ گیا، اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ہی یقین رکھ دیا۔ تو اللہ کی بندگی کرتے رہو یہاں تک کہ موت آجائے۔

تو معلوم ہوا کہ آپ ایک سانس بھی اللہ کی غلامی کے خلاف، اللہ کی بندگی کے خلاف نہیں گذار سکتے۔ بندہ وہ ہے جو چوبیس گھنٹے کا بندہ ہے لہٰذا جب ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوتا پہننے کی سنت سکھا دی تو آپ جس وقت جوتا پہنتے ہیں کیا اس وقت اللہ کے بندہ نہیں ہوتے؟ کیوں صاحب! اگر کسی کے دل میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ ذرا ذرا سی بات میں ہمارے لئے سنت کی پابندی کا قانون موجود ہے۔ دنیا میں ایسا کوئی مذہب ہے جس میں جوتا پہننے کے بھی طریقے سکھائے جارہے ہوں، ناک صاف کرنے کا بھی طریقہ سکھایا جارہا ہو، کسی مذہب میں ایسا نہیں ہے۔

آدابِ بندگی

ہندو بیت الخلاء میں مشکل سے دس تولہ پانی لے جاتے ہیں، ہندو بنیے کی

لوٹیا ایک بڑے گلاس جتنی ہوتی ہے تو بتایئے وہ دس تولہ پانی سے کیسے استنجاء کر لیتے ہیں، ناممکن ہے کہ پاکی والا صحیح استنجاء ان کو نصیب ہوتا ہو۔ تو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر چیز میں سنت عطا فرمائی ہے۔ اور سنت کس چیز کا نام ہے؟ سنت نام ہے آدابِ بندگی کا کہ دنیا میں کس طرح جینا چاہئے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو سنت کی تعریف عجیب انداز میں کی ہے۔ دوزخ، جنت، سنت، بدعت چار اصطلاح کی تعریف مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے عاشقانہ زبان میں بیان فرمائی ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جیسا زمانہ ہو ویسے ہی چلنا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ زمانہ کیسا بھی ہو اللہ کی مرضی کو نہ چھوڑو، ہم زمانہ کے غلام نہیں اللہ کے غلام ہیں۔ مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آیا ؎

ہم کو مٹا سکے یہ زمانہ میں دم نہیں
ہم سے زمانہ خود ہے زمانہ سے ہم نہیں

ہمیں زمانہ کو نہیں دیکھنا، زمانہ تو مخلوق ہے، ہمیں خالق کی طرف دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری کس بات سے خوش ہوتے ہیں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر پیش کر رہا ہوں ؎

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضی جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

تصویر کے گناہ سے بچنے کا طریقہ

بس ہر وقت دیکھتے رہو کہ ہمارے کسی عمل سے دل تو خوش ہوتا ہے، مخلوق تو خوش ہوتی ہے، بیوی تو خوش ہوتی ہے، بچے تو خوش ہوتے ہیں لیکن اگر

اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں تو اپنی خوشی کو چھوڑ دو اور اللہ کی خوشی کو اختیار کرلو۔ جیسے کوئی بچوں کو پلاسٹک کی بلی کا تحفہ دے گیا جس کو دبانے سے میاؤں میاؤں کی آوازیں بھی آتی ہیں، اب بچے خوش ہورہے ہیں، لیکن جب ان کا ابّا آتا ہے جو اللہ والوں کا صحبت یافتہ ہے اور شریعت کے حکم سے واقف ہے تو وہ بیوی سے کہتا ہے کہ خبردار! حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر میں تصویروں اور مورتیوں کے رکھنے کو منع فرمایا ہے، بخاری شریف میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ تو بیوی کہتی ہے کہ جب آپ بچے تھے تو آپ بھی تو پتنگ اُڑاتے تھے، ٹی وی دیکھتے تھے، ابھی تو تبلیغی چلّہ سے آکر آپ کے چہرہ پر ڈاڑھی آئی ہے، اور میرے بچوں کو ابھی سے ملّا بنا رہے ہیں، آپ بھی تو چالیس سال کے بعد بدلے ہیں۔ تو کسی کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں ہے، مان لو اس کی زندگی غفلت میں گذری، لیکن اب وہ نہیں چاہتا کہ میرے بچے بھی اپنی زندگی غفلت میں گذاریں لہٰذا چُھری لے کر اس بلی کی گردن کاٹ دو تاکہ مورتی رکھنے کا گناہ ختم ہوجائے۔ اگر تصویر کا سر الگ کردیا جائے تو تصویر کا گناہ ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر کیلنڈر وغیرہ میں چڑیا، مینا، طوطا یا کسی انسان کی تصویر ہو تو اس کے سر پر ٹیپ لگادو تو تصویر کا گناہ ختم ہوجاتا ہے۔ اب اگر بیوی بچے روئیں تو ساری دنیا کا رونا پسند کرلو مگر خدا کو ناراض نہ کرو، اگر قیامت کے دن خود ہنسنا چاہتے ہو، اگر یہ چاہتے ہو کہ ہم قیامت کے دن نہ روئیں تو ساری دنیا کے نہ ہنسنے کی پروا کرو نہ رونے کی پروا کرو۔

سارا جہاں خلاف ہو پرواہ نہ چاہیے
پیشِ نظر تو مرضیِ جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

جنت اور دوزخ کیا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر میں ناشتہ نہیں کیا جس گھر میں تصویر تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر کے باہر کھڑے رہے جب تک تصویر نہیں ہٹائی گئی۔ تو میرے دوستو! جنت، دوزخ، سنت اور بدعت کی تعریفِ شرعی تو آپ کو معلوم ہے لیکن میں ایک اللہ والے، ایک عاشق کی زبان سے اسے پیش کر رہا ہوں، بزرگوں کی بات میں کچھ ایسی تاثیر ہوتی ہے جو دل میں اُتر جاتی ہے۔ تو مولانا شاہ محمد احمد صاحب عاشقانہ زبان میں فرماتے ہیں کہ جنت اور دوزخ کیا چیز ہے ؎

ہم بھٹک جائیں تری راہ سے دوزخ ہے یہی
اور تری راہ پہ لگ جائیں یہی جنت ہے

جو خدا کے راستہ سے بھٹک گیا اس کی دوزخ دنیا سے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ یہ اس ذاتِ گرامی کا شعر ہے جو اس زمانہ میں حضرت مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کا عملی نمونہ ہے، جن کی تقریر سن کر مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ اگر کسی نے مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہ سنا ہو تو وہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی تقریر سن لے، جس نے ان کو سن لیا اس نے گویا مولانا شاہ فضلِ رحمٰن صاحب کو سن لیا۔ تو جب آپ توبہ کر کے اللہ کے راستہ میں لگ گئے تو آپ کی جنت شروع ہو گئی۔

سنت اور بدعت کی تعریف

اب دوسرے شعر میں سنت اور بدعت کی تعریف سنئے ؎

مئے توحید سے سرشار ہوں سنت ہے یہی
دل کسی غیر کو دے دوں تو یہی بدعت ہے

سبحان اللہ! کیا عمدہ تعریف کی ہے، غیر اللہ کو دل دینے سے بڑھ کر کوئی بدعت نہیں ہے۔

قلبِ سلیم کی تعریف

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝﴾

(سورۃ الشعراء، آیت:۸۹)

قیامت کے دن جو قلبِ سلیم لے کر آئے گا اس کو جنت ملے گی۔ تو قلب سلیم کی کیا تفسیر ہے؟ ایک دل ہوتا ہے سقیم، بیمار دل ہوتا ہے اور ایک سلیم دل ہوتا ہے، سلامتی والا دل۔

تو علامہ سید محمود بغدادی آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سفیان ثوری کا قول نقل کیا ہے، فرماتے ہیں وَقَالَ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ اَلْقَلْبُ السَّلِيْمُ هُوَ الَّذِيْ لَيْسَ فِيْ قَلْبِهٖ غَيْرُ اللّٰهِ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلبِ سلیم وہ ہے جس میں غیر اللہ کی محبت نہ ہو اور غیر اللہ کون ہیں؟ جن کی محبتوں سے اللہ ناراض ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ باپ کی محبت بھی نکال دو، بیوی کی بھی نکال دو اور پیر کی بھی نکال دو یہ محبتیں غیر اللہ نہیں کہلاتیں، جو محبت اللہ کے لئے کی جاتی ہے، جو محبت لِلّٰہ ہوتی ہے وہ فی اللہ سمجھی جاتی ہے، جو محبت لِلّٰہ ہوگی وہ باللہ ہوگی، جو محبت للحق ہے، وہ محبت بالحق ہے، قیامت کے دن اس کا بھی وزن ہوگا۔ جب قیامت کے دن مجاہد کے گھوڑے کی لید اور اس کے پیشاب کا وزن کیا جائے گا تو کیا اللہ والوں کی محبت نیکیوں میں شامل نہ ہوگی؟ کیوں صاحب گھوڑے کی لید سے اللہ والوں کی محبت کم ہے؟ حدیث میں آتا ہے کہ مجاہد جو گھوڑا

جہاد کے لیے پالتا ہے اللہ تعالیٰ نیکیوں کے پلڑے میں اس گھوڑے کے پیشاب اور لید کا بھی وزن فرمائیں گے۔ تو اس سے اندازہ کیجئے کہ جو اللہ کی رضا کے لئے اللہ والوں سے محبت کرتے ہیں، جس کے سانس کسی اللہ والے کے پاس گذرتے ہوں ان کے ثواب کا کیا حال ہوگا۔ صاحبِ مشکوٰۃ حدیث نقل کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص کسی اللہ والے سے یا ان کے غلاموں سے ملنے کی نیت سے گھر سے نکلے۔ اور اللہ والے تو بڑی چیز ہیں مگر ان کے غلاموں کی صحبت کو بھی غنیمت سمجھو، جب پانی نہیں ہوتا تو مٹی کے ڈھیلے سے تیمّم کرنے سے نماز ادا ہوجاتی ہے یا نہیں؟ تو اللہ والے تو اپنے کو مٹی کا ڈھیلا ہی سمجھتے ہیں مگر آپ تو ان کو پانی ہی سمجھیں۔

کسی اللہ والے سے اللہ کے لیے ملنے پر بشارت

تو میرے دوستو! مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے کہ جس وقت کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی خوشنوی حاصل کرنے کے لئے کسی اللہ والے کے پاس جاتا ہے کہ چلیں اللہ کی باتیں سنیں تاکہ ایمان تازہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

((أَنَّ الرَّجُلَ إِذَا خَرَجَ مِنْ بَيْتِهٖ زَائِرًا أَخَاهُ شَيَّعَهٗ سَبْعُوْنَ أَلْفَ مَلَكٍ))

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الأداب، باب الحب فی اللہ)

اس کے گھر سے ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں اس کے لیے دعا مانگتے ہیں، یُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ راستہ بھر اس کے لئے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں کہ اے اللہ! اس کے گناہ معاف کردے۔ تو ستر ہزار فرشتوں کی دعا راستہ بھر ملی اور دوسری دعا یہ مانگتے ہیں اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ وَصَلَ فِيْكَ اے اللہ! یہ آپ کے لئے فلاں بندہ کے پاس جا رہا ہے، آپ اس کو اپنا بنا لیجئے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ میں فرماتے ہیں کہ وَصَلَ فِيكَ أَيْ وَصَلَ لِاَجْلِكَ اس بندہ کا اس اللہ والے سے خون کا رشتہ یا تجارتی یا کوئی اور غرض نہیں ہے اور اگر خون کا رشتہ بھی ہے تجارت بھی ہے تو بھی اس وقت میں آپ کی محبت غالب ہے اور یہ اسی مقصد کے لئے جا رہا ہے۔ تو یہ ستر ہزار فرشتے اللہ کا مقرب بننے کی دعا بھی دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کے پاس آنے جانے والے جلد اللہ والے بن جاتے ہیں جبکہ تنہائی میں ہزاروں سال عبادت کرنے کے باوجود بھی یہ نعمت نہیں ملتی کیونکہ فرشتوں کی دعا کہاں سے پائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ سو دفعہ جوتا پہننا اور اُتارنا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق جوتا پہنتے وقت پہلے داہنا پیر داخل کریں اور اُتارتے وقت پہلے بایاں پیر نکالیں، اس عمل کو یہ سمجھ کر کریں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور بندگی کے آداب یہی ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند ہیں جیسے پہلے داہنے پیر میں جوتا پہننا اور بائیں پیر سے نکالنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند میں اللہ کی پسند ہے۔ اس بات کو یاد کر لو کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند اللہ کی پسند ہے، جو اللہ اور رسول کو اس معاملہ میں غیر سمجھتا ہے اس سے بڑھ کر جاہل کوئی نہیں ہے۔

مقامِ رسالت اور مقامِ عظمتِ نبوت کو حق تعالیٰ خود متعین فرماتے ہیں، قرآنِ کریم میں ہے کہ:

﴿وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(سورۃ الحشر، آیت:۷)

اے ایمان والو! ہمارا نبی جو تمہیں عطا کر دے یعنی شریعت اور سنت کا طریقہ سکھائے اس کو سر آنکھوں پر رکھو، اور جس بات سے وہ منع کر دے اس سے رُک جاؤ یعنی رسولِ خدا کا کوئی طریقہ سکھانا میرا ہی طریقہ ہوگا، میری ہی پسند کا ہوگا اور جس بات سے وہ منع کریں تو سمجھ لو کہ وہ میرا ہی منع کیا ہوا طریقہ ہے یعنی اللہ کے حکم میں اور اس کے رسول کے حکم میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جوتا پہننے کی سنت

تو ایک سنت تو یہ زندہ کر لیجئے، آج سے اس کا عہد کر لیجئے کہ آپ جب یہاں سے نکلنے کے بعد جوتا پہنیں گے تو پہلے داہنا پاؤں داخل کریں گے اور نکالتے وقت بایاں پاؤں نکالیں گے۔ ایسے ہی خواتین سے بھی یہی گذارش ہے کہ جب اپنی جوتیاں پہنیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سمجھ کر پہلے داہنا پیر داخل کریں۔ یہ سنت بخاری شریف میں موجود ہے۔ آپ اس سنت پر عمل کرنے کا عہد کر لیجئے اور اس سنت پر عمل کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد بھی دل میں لائیے کہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر جوتا پہن رہا ہوں اور آسمان پر میرا رب خوش ہو رہا ہے کہ میرا یہ بندہ میرے نبی اور میرے پیغمبر کے طریقے پر جوتا پہن رہا ہے۔ آپ کیوں سمجھتے ہیں کہ یہ معمولی چیز ہے؟ آپ کی زندگی کی ہر سانس بندگی میں داخل ہے، آپ کی زندگی کی کوئی سانس، کوئی لمحۂ حیات بندگی سے خارج نہیں ہے، جوتا پہننا، کھانا پینا، استنجاء کرنا یہ سب ادائے بندگی ہے، ناک بھی صاف کرنا ہو تو بائیں ہاتھ سے ناک صاف کیجئے۔ تو بخاری کی اس سنت کو زندہ کیجئے۔

بلندی پر چڑھنے اور اُترنے کی سنت

دوسری سنت ہے اوپر چڑھنے اور نیچے اُترنے کی، اس کو ایک بار پھر بیان کرتا ہوں، بار بار اس لئے کہتا ہوں کہ پھر بھول جاتا ہوں، ہمارے اندر بھی غفلت شروع ہوجاتی ہے، اس لئے بار بار تکرار کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق دے دیں۔ وہ کیا سنت ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ جن کی عمر چورانوے سال تھی اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں وَاٰخِرُ مَنْ مَّاتَ مِنَ الصَّحَابَۃِ بِالْمَدِیْنَۃِ یہ مدینہ کے آخری صحابی ہیں، ان کے بعد مدینہ صحابہ سے خالی ہوگیا، اور فرمایا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اٹھارہ مرتبہ جہاد میں شرکت کی، مدینہ سے لے کر مکہ مکرمہ کے پہاڑوں پر جہاں جہاں جہاد ہوتا تھا جب یہ اوپر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب نیچے اُترتے تھے تو سبحان اللہ کہتے تھے۔ بخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

((کُنَّا إِذَا صَعِدْنَا کَبَّرْنَا وَإِذَا نَزَلْنَا سَبَّحْنَا))

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الدعوات، باب الدعوات فی الاوقاف)

جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اوپر چڑھتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے اور جب نیچے اترتے تھے تو سبحان اللہ پڑھتے تھے۔ آپ کہیں گے کہ اب اس میں آدابِ زندگی اور آدابِ بندگی کیا ہے؟ تو جب آپ اوپر چڑھتے ہیں تو بلند ہونا اللہ کی شان ہے لہٰذا آپ نے کہا اللہ اکبر، یعنی بڑائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اور جب نیچے اُترے تو نیچا ہونا خدا کی شان کے خلاف ہے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا کہ اب کہو سبحان اللہ یعنی اے اللہ! آپ نیچے ہونے سے پاک ہیں، ہم تو نیچے ہو رہے ہیں مگر آپ نیچے ہونے سے پاک ہیں۔ یہ

ہیں آدابِ بندگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے مزاجِ عظمت کو، حق تعالیٰ کی شانِ الوہیت کو کون سمجھ سکتا ہے، لہٰذا آپ نے ہر سانس میں سکھا دیا کہ اللہ اس بات سے خوش ہوں گے۔ آپ بتلایئے کہ نبی سے بڑھ کر حق تعالیٰ کے مزاج کا عارف کوئی اور ہوسکتا ہے؟ لہٰذا آپ نے ہر سانس میں بندگی سکھا دی۔

مسجد میں داخل ہونے کی سنتیں

آج آپ دو سنتیں لے کر جائیں اور ان دو سنتوں پر عمل شروع کر دیں۔ اب مسجد میں داخل ہونا ہے، اس وقت کیا کریں گے؟ اب پہلے داہنا پیر مسجد میں داخل کرنا ہے، تو اب آپ کہیں داہنے پیر سے جوتا نکال کر مسجد میں داخل نہ کر دیں۔ مسجد کے پاس کھڑے ہوجایئے، پہلے جوتے سے بایاں پاؤں نکالنے کی سنت ادا کیجئے، اب بایاں پیر جوتے پر یا چپل پر یا مسجد کی سیڑھی پر رکھ لیجئے، اس کے بعد داہنا پیر نکال کر اس طرح بسم اللہ اور درود شریف پڑھیئے:

((بِسْمِ اللّٰہِ - وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ))

(سنن ابن ماجۃ، باب الدعاء عند دخول المسجد، ص:۵۶)

یہ الفاظِ نبوت ہیں جو مشکوٰۃ میں موجود ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے اوپر درود بھیجتے تھے۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ یہ الفاظ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرماتے ہیں، اس کے علاوہ کوئی دوسرا درود بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ الفاظ پڑھنا زیادہ افضل ہیں، اس کے بعد یہ دعا پڑھیں:

((اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))

(سنن ابن ماجۃ، باب الدعاء عند دخول المسجد، ص:۵۶)

اب داہنا پیر مسجد میں داخل ہوگیا، آپ مسجد میں آگئے، اب اعتکاف کی نیت کرلیں نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَافِ مَادُمْتُ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ کہ اللہ جب تک

مسجد میں رہوں گا اعتکاف کی نیت کرتا ہوں، اس نیت کا مفت میں ثواب ملتا رہے گا، اگر عربی عبارت یاد نہ ہو تو اردو میں نیت کرلو کہ اے اللہ میں جب تک اس مسجد میں رہوں گا اعتکاف کی نیت کرتا ہوں، تو اس سے نفلی اعتکاف کا ثواب مل جائے گا، اب نماز پڑھنے کے بعد باہر کیسے نکلیں گے؟ اب مسجد سے بایاں پیر پہلے نکالنا سنت ہے، اچھی جگہ دایاں پیر پہلے رکھنا اور خراب جگہ مثلاً بیت الخلاء میں بایاں پیر پہلے داخل کرنا سنت ہے۔ اگر کسی سے پیسہ یا ہدیہ لینا ہے یا کسی کو کچھ دینا ہے تو داہنے ہاتھ سے لین دین کیجئے۔ ایک مرتبہ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے پانچ روپے عنایت فرمائے، غلطی سے میرا بایاں ہاتھ بڑھ گیا، حضرت نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا داہنا ہاتھ بڑھاؤ۔ یہ ایک سبق دیا تھا جو پوری زندگی کے لئے یاد ہو گیا، اللہ والے عملی تربیت کرتے ہیں۔ تو ہر اچھا کام داہنے ہاتھ سے کرو اور استنجاء اور ناک صاف وغیرہ کرنا جیسے کام بائیں ہاتھ سے کریں۔

مسجد سے باہر آنے کی سنتیں

اب مسجد سے نکلنا ہے، مسجد کے مقابلہ میں دنیا کی باقی زمین کمتر ہے لہٰذا مسجد سے پہلے بایاں پاؤں نکالنا ہے مگر اس سے پہلے بسم اللہ اور درود شریف پڑھو:

((بِسۡمِ اللّٰہِ - وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ))

(سنن ابن ماجة، باب الدعاء عند دخول المسجد، ص:٥٦)

اس کے بعد یہ دعا پڑھ کر بایاں پیر باہر نکالیں:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡٓ اَسۡاَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ))

(سنن ابن ماجة، باب الدعاء عند دخول المسجد، ص:٥٦)

اور بائیں جوتے کے اوپر رکھیئے، ابھی جوتے میں داخل نہ کیجئے، اب داہنے پیر کو

مسجد سے نکالیں اور دائیں جوتے میں داخل کیجئے پھر بائیں پیر کو جو جوتے کے اوپر رکھا ہے اسے جوتے میں داخل کریں، یہ جوتا پہننے کی سنت ادا ہو رہی ہے۔ تو آپ ان سنتوں کو جاری کیجئے۔ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم کی کتاب ادعیہ مسنونہ میں کھانے پینے کی، اٹھنے بیٹھنے کی، سونے جاگنے کی، چاند دیکھنے کی، ارے! ساری زندگی کی سنتیں موجود ہیں۔ اگر آپ مہینہ میں ایک سنت بھی یاد کر کے اس پر عمل کرنا شروع کر لیں تو دوستو! ایک سال میں بارہ سنتوں پر عمل ہو جائے گا۔ اللہ ہماری آپ کی زندگی میں برکت دے، اس طرح ان شاء اللہ دس سال میں ایک سو بیس سنتوں پر عمل ہو جائے گا، اس سے زیادہ سنتیں تو ہیں بھی نہیں۔

سنتوں پر عمل کرنے سے روح میں نور اور قوت پیدا ہوتی ہے

تو خیر یہ میں نے اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل کی کہ تقریر سے پہلے کچھ سنتیں بیان کروں کیونکہ پھر مضمون پھیل جاتا ہے اس کے بعد آدمی کو وہ بات یاد نہیں رہتی۔ میرا دوسرا عمل یہ ہے کہ ایک دو مضمون اپنے بزرگوں کا سنانے کا اہتمام ہو۔ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نے فرمایا کہ جن سنتوں پر عمل کرنے میں آپ کا ماحول رکاوٹ نہیں ڈالتا ہے ان کو تو شروع کر دو، اس سے روح میں نور اور قوت پیدا ہو گی پھر ان سنتوں پر بھی عمل کی ہمت ہو جائے گی جن میں آپ کا معاشرہ رکاوٹ ڈالتا ہے۔ اور فرمایا کہ جہاں دین کی طلب نہ ہو وہاں خود سفر کر کے جانا چاہیے کیونکہ سونے والوں کو جگانے کے لئے جانا پڑتا ہے اور جہاں طلب ہو ان لوگوں کو اللہ والوں کے پاس خود آنا چاہیے۔ آپ لوگ بزرگوں کے آخری حالات پر قیاس کرتے ہیں جب ان کی طرف مخلوق آنے لگتی ہے، لوگ جوق در جوق متوجہ ہوتے ہیں لیکن عام لوگوں کو ان کے

ابتدائی مجاہدوں کی خبر نہیں کہ جوانی میں کتنے پاپڑ بیلے، کتنے مصائب اٹھائے۔

خلافت ملنے کی تمنا کرنا غیر اللہ ہے

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو بزرگوں کے آخری حالات کو دیکھتے ہیں کہ مرغے آرہے ہیں، مٹھائی کے ڈبے آرہے ہیں، لوگ پیر دبا رہے ہیں، سر میں تیل کی مالش ہورہی ہے، تو ہر شخص دیکھتا ہے کہ پیری تو بڑی اچھی چیز ہے، ہم بھی کسی سے مرید ہوکر خلافت لے لیں۔ ایک صاحب گنگوہ گئے اور دس سال مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کی، بعد میں کہنے لگے کہ حضرت کچھ حاصل نہیں ہوا لہٰذا میں جارہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا حاصل نہیں ہوا؟ کہنے لگے کہ بس کیا کہیں۔ فرمایا سچ سچ بتاؤ کیا نیت تھی؟ کہا یہی خیال تھا کہ دس برس اللہ اللہ کروں گا تو آپ مجھے خلافت دے دیں گے پھر میں بھی اک دکان کھول لوں گا چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کا بورڈ لگا کر میں بھی پیری مریدی شروع کروں گا لیکن آپ نے خلافت نہیں دی لہٰذا میں جارہا ہوں۔ تو فرمایا اسی لئے تمہیں کچھ نہیں ملا کہ تم نے غیر اللہ کو مقصود بنایا، مانگنے سے خلافت نہیں ملتی اللہ تعالیٰ خود بخود شیخ کے دل میں ڈال دیتا ہے، یہ وہ چیز ہے جو مانگنے سے نہیں ملتی بلکہ دل میں خلافت کا خیال بھی آجائے تو توبہ کرلو، استغفار کرلو کہ اے اللہ! ہم تو آپ کو چاہتے ہیں، اگر آپ مل گئے تو سب مل گیا۔

جو تُو میرا تو سب میرا، فلک میرا زمیں میری
اگر اِک تُو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری

اللہ والوں سے بدگمانی سے بچنے کا علاج

تو شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ بزرگوں کے آخری حالات

مت دیکھو کے بڑے آرام سے ہیں، دستر خوان پر مرغ کھا رہے ہیں، گاؤ تکیہ لگا ہوا ہے، مجلس ہو رہی ہے لہٰذا فرمایا کہ ان کی جوانی دیکھو جو لوگ ان کا عیش دیکھیں گے وہ گمراہ ہو جائیں گے، کہتے ہیں کہ پیروں کے تو بڑے مزے ہیں، ٹانگیں دابی جا رہی ہیں، مرغے آ رہے ہیں، ذرا ان کی جوانیوں کو دیکھو کہ کیا کیا مصائب اُٹھائے ہیں، اگر آپ ان کی جوانی کے مجاہدات کی تاریخ سن لیں تو آپ کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور کلیجے منہ کو آ جائیں۔ آپ نے تو وہ وقت دیکھا جب اللہ کو ان کے بڑھاپے پر رحم آ گیا کہ میرے اس بندے نے میرے لیے ساری زندگی کیا کیا مصائب اُٹھائے، آخر وقت میں تو آپ بھی اپنے بوڑھے نوکر کے آرام کی کوشش کرتے ہیں، اگر آپ کا نوکر آپ کے ساتھ اپنی جوانی میں باوفا ہو تو جب وہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو آپ اس کے علاج معالجہ پر خرچہ کرتے ہیں اور اس کی بیماری پر آپ کے آنسو بھی نکل آتے ہیں کہ ساری زندگی اس نے میرے یہاں وفاداری کی۔ تو اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بوڑھے غلاموں پر رحم آتا ہے اور ان کو مرغے کھلاتے ہیں تو آپ کو کیوں حسد پیدا ہوتا ہے؟ ذرا ان کی زندگی کے مجاہدات کو بھی تو دیکھیں، پھر آپ کے کلیجے منہ کو آ جائیں گے، آپ رونے لگیں گے کہ انہوں نے کیا کیا پاپڑ بیلے ہیں۔

لذتِ نامِ خدا سے اللہ والوں کی مستی کا عالم

دنیا میں ہم ہر چیز بڑھیا پسند کرتے ہیں، امرود ہو، کیلا ہو، مکان ہو، سب اچھے سے اچھا ہونا چاہیے، تو کیا وضو اور نماز بڑھیا نہ ہو؟ جب آپ مکان بناتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو بڑھیا ڈسٹمپر کرنا لیکن جب اللہ کی یاد میں تسبیح پڑھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے جیسے پیچش کے مروڑ ہو رہے ہیں اور دست پر دست آ رہے ہیں، جمال گوٹے کی گولیاں کھائی ہوئی ہیں، چاہتے ہیں کہ تسبیح

رکھ کر جلدی سے بھاگیں۔ اللہ کے ذِکر کو ہم لوگوں نے بلا سمجھ رکھا ہے، ہائے کیا لوگ تھے جو اللہ پر اپنی جان فدا کر دیتے تھے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

نام او چوں بر زبانم می رود
ہر بُنِ مو از عسل جوئے شود

جب میری زباں پر اللہ کا نام جاری ہوتا ہے تو میرا بال بال شہد کا دریا ہو جاتا ہے۔ پھر فرماتے ہیں ۔

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد

اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا بنانے والا زیادہ میٹھا ہے۔ تو اللہ والے تو یہ کہتے ہیں، عام لوگ تو سمجھتے ہیں کہ شربت روح افزا سے بڑھ کر کوئی مشروب نہیں لیکن اللہ والوں کی جانوں سے پوچھو کہ جب وہ اللہ کہتے ہیں تو زمین سے آسمان تک شربت روح افزا بھر جاتا ہے۔ ان کو زمین سے آسمان تک روح افزا ہی روح افزا نظر آتا ہے۔ جب ان کے دل پر اللہ کا ذِکر چھا جاتا ہے تو انہیں ہر طرف اللہ نظر آتا ہے، ہر طرف روح افزا کا مزا آتا ہے۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ۔

چھایا ہے جب سے دل پہ تری یاد کا عالم
ہر ذرّہ مجھے منزلِ جاناں نظر آیا

جب دل پر اللہ کا ذِکر چھا جائے، اللہ کی یاد غالب ہو جائے تو کائنات کے ذرّہ ذرّہ سے آپ کو خدا ملے گا کیونکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ ان کا بنایا ہوا ہے۔ میرا یہ شعر ابھی اسی ہفتہ میں موزوں ہوا ہے ۔

چھایا ہے جب سے دل پہ تری یاد کا عالم
ہر ذرّہ مجھے منزلِ جاناں نظر آیا

یعنی جب دل پر اللہ کا ذِکر چھا گیا تو کیا معلوم ہوتا ہے؟ اسے کائنات کے ذرّہ ذرّہ میں اللہ نظر آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی عوض نہیں

ہما صدیقی صاحب ہمارے سلسلہ کے بزرگوں میں سے ہیں اور حکیم الامت کے خلیفہ کے خلیفہ حاجی نصرت علی صدیقی کے سگے بھائی ہیں، ان کی بیوی کا انتقال ہوا تو مجھے اطلاع ہوئی، اکسٹھ سال تک دونوں میاں بیوی ساتھ رہے، جس کی بیوی اکسٹھ سال تک اس کے ساتھ رہے تو اس کے انتقال پر غم ضرور ہوتا ہے، تو وہ بھی بہت رو رہے تھے۔ سکھر والے حکیم ابراہیم صاحب بھی موجود تھے، میں بھی اپنے دوستوں کے ساتھ حاضر ہوا تو حکیم ابراہیم صاحب نے فرمایا کہ کچھ تسلی کے کلمات کہہ دیں۔ میں نے ان سے تسلی کی باتیں عرض کیں تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا مجھے بہت تسلی ہوئی۔ میں نے ان سے یہی عرض کیا تھا کہ دنیا کے جتنے رفیق ہیں سب چھوٹنے والے ہیں، بیوی ہو، بچے ہوں کسی وقت بھی جدا ہوسکتے ہیں، کتنا ہی محبوب لڑکا ہو، کتنی ہی محبوب بیوی ہو، کتنا ہی محبوب مکان ہو، تجارت ہو ہر انسان کی محبوب چیزیں اس سے جدا ہوسکتی ہیں مگر اللہ کبھی جدا نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ شاعر فرماتے ہیں ؎

لِكُلِّ شَيْءٍ اِذَا فَارَقْتَهٗ عِوَضُ
وَ لَيْسَ لِلّٰهِ اِنْ فَارَقْتَ مِنْ عِوَضٍ

ہر وہ چیز جو تم سے جدا ہوجائے اس کا بدل مل سکتا ہے، لیکن اگر اللہ تم سے جدا ہوگیا تو اللہ کا کوئی بدل نہیں کیونکہ ان جیسا کون ہوسکتا ہے۔ شاہ فضلِ رحمٰن گنج مرادآبادی کے خلیفہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

مرضی تیری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے
بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

وفا کی حقیقت کس کو حاصل ہے؟

ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ڈاڑھی رکھ لیں گے تو لوگ ہم کو ملّا کہیں گے، اگر ہم نے نمازیں پڑھ لیں تو ہم اتنی دیر میں اتنا کما لیں گے۔ لیکن بزرگ شاعر مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

مرضی تری ہر وقت جسے پیشِ نظر ہے
بس اس کی زبان پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

ارے! اللہ کے عاشقوں کو اگر مگر کہاں سوجھتی ہے، وہ تو کہتے ہیں کہ اے خدا! ؎

جان تم پر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا وفا کیا ہے

جسے وفا کی حقیقت حاصل ہے تو پھر وہ ہر وقت جان دینے کے لئے تیار رہتا ہے، یہ اگر مگر تو منافق لگاتے ہیں یا وہ لگاتے ہیں جن کا ایمان کمزور ہوتا ہے کہ اگر سینما نہ دیکھو گے، وی سی آر نہ دیکھو گے، ٹیلی ویژن نہ دیکھو گے، عورتوں کو بری نظر سے نہ دیکھو گے، جھوٹ نہ بولو گے، رشوت نہ لو گے تو زندگی بے چین اور بے مزہ ہو جائے گی۔ ٹی وی اور سینما کے بغیر مزہ نہ آئے گا اور رشوت نہ لینے سے انڈا پراٹھا چھوٹ جائے گا، مکھن کی ٹکیہ حلق سے نہیں اُترے گی، سوکھی روٹی کھانی پڑے گی۔ لیکن دوستو! واللہ کہتا ہوں کہ اگر حق تعالیٰ اپنی رحمت کا ایک ذرّہ اپنے دوستوں کی دعا پر عطا کر دے تو آپ کو سوکھی روٹی میں جو رضائے حق کے ساتھ ملے گی بریانی اور مرغ پلاؤ سے زیادہ لذت ملے گی۔

اللہ تعالیٰ اسبابِ راحت کے محتاج نہیں

خدا جس سے راضی ہوتا ہے تو اس کے دل کو بھی راضی کرنے پر قادر ہے، چاہے سوکھی روٹی کھلا کر کیوں نہ ہو اور وہ اس پر بھی قادر ہے کہ اپنے نافرمانوں کو ایئر کنڈیشن میں رکھ کر اور مرغ پلاؤ کھلا کر عذاب میں اور بے چینی میں رکھے، اب وہ ہارٹ اٹیک میں رو رہا ہے اور ڈاکٹر کو فون کر رہا ہے کہ جلدی دوڑو حالانکہ مرغا اڑایا ہے اور ایئر کنڈیشن میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسبابِ راحت کے محتاج نہیں ہیں، چاہیں تو اسبابِ راحت میں بھی بے راحت کر دیتے ہیں اور بغیر اسبابِ راحت کے راحت عطا کرنے پر قادر ہیں۔ میں نے یہ باتیں ہما صاحب سے عرض کیں ؎

مرضی تری ہر وقت جسے پیش نظر ہے
بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے
میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتادے
لا مجھ کو دِکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

انٹرنیشنل چیلنج ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان اللہ کا مثل لا کر دکھاؤ، یہ کیا ہے کہ آج جو محبوب ہے وہ کل بدبودار لاش کی شکل میں پڑا ہوا ہے، آج جو تجارت ہے کل اس میں گھاٹے آگئے، آج جو کپڑے فینسی ہیں کل انہیں کوڑے خانہ میں پھینک رہے ہو، آج جس کرتے پر فخر تھا کل وہی کرتا کے ایم سی والے اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اس پر روزانہ کتے پیشاب کرتے ہیں۔ دیکھ لو! جہاں جہاں کوڑے خانے ہیں وہاں لباس ایسے ہی پڑے ہوتے ہیں، اور شام کو خوشبودار بریانی اڑائی لیکن صبح بیت الخلاء میں کیا نکالتے ہو؟

نعمت دینے والے کی محبت نعمت سے زیادہ ہونی چاہیے

دوستو! غذا ہو، لباس ہو، مکان ہو یا کوئی بھی چیز ہو یہ سب نعمتیں ہیں مگر نعمتوں کی محبت نعمت دینے والے سے زیادہ نہ ہو۔ تو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے اس قدر پیارا شعر فرمایا کہ مجھ کو وجد آ گیا۔ ابھی جب میں الٰہ آباد گیا تھا تو حضرت نے مجھے یہ شعر سنایا تھا، میں حضرت سے مل کر آیا ہوں، میں اس درد بھرے دل سے اپنا دل ملا کر آیا ہوں، یہ نہ سمجھو کہ محض کتاب میں شعر دیکھ کر زبانی سنا رہا ہوں، ان کی زبان سے بھی سن کر آ رہا ہوں تو فرمایا کہ ؎

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا اُن کی طرح کوئی اگر ہے

اس کے بعد ایک شعر ایسا فرمایا کہ حضرت کے برادر نسبتی جو ہردوئی میں ہیں، لندن سے ڈاکٹری کر کے آئے ہیں، ڈاکٹر محمود شاہ لندن والے، بڑے رئیس آدمی ہیں لیکن جب میں نے ان کو حضرت کا یہ شعر سنایا تو وہ رونے لگے اور فرمایا کہ اس شعر میں تو دو گھنٹے کے وعظ کا اثر ہے، وہ شعر تھا ؎

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہیے ہم کو جہاں رہنا
کوئی رہنے میں رہنا ہے یہاں رہنا وہاں رہنا

یعنی یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ ہوٹل میں بیٹھے ہیں، گپ شپ میں زندگی گذار رہے ہیں، ارے! تسبیح اٹھاؤ اور بھاگو اللہ کی طرف۔ خیر تو میں نے ہما صاحب سے عرض کیا کہ آپ کی اور حکیم ابراہیم صاحب کی برکت سے ابھی ابھی ایک شعر موضوع ہوا ہے کیونکہ آپ کو یہی اندیشہ ہے کہ بیوی کے بعد اب میری زندگی تلخ ہو جائے گی لیکن میں آپ کو ایک نسخہ بتاتا ہوں جو اس شعر کے اندر ہے وہ یہ ہے ؎

ہر تلخیِ حیات و غمِ روزگار کو
تری مٹھاس ذِکر نے شیریں بنادیا

اللہ کے نام کی مٹھاس سے زندگی کی ہر تلخی اور کڑواہٹ اور روزگار کا غم دور ہو جائے گا، روزگار کے معنی زمانہ کے ہیں۔ اس کے بعد میں نے دو شعر اور پیش کر دیئے ؎

ہر لمحۂ حیات گذارا ہم نے
آپ کے نام کی لذت کا سہارا لے کر

اللہ تعالیٰ سے تعلق قوی ہونا چاہیے

زندگی کی ہر سانس کو کیسے گذارو گے؟ کبھی مصیبت آئے گی تو کبھی راحت بھی ملے گی، اس کا ایک ہی طریقہ ہے وہ تعلق مع اللہ ہے۔ جب مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا صرف ۴۹ برس کی عمر میں انتقال ہوا تو ان میں اور حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ میں بہت یارانہ تھا، اللہ والی محبت تھی۔ تو حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولانا قاسم نانوتوی کے انتقال سے مجھ کو اتنا صدمہ ہوا ہے کہ اگر میرے قلب میں ایک چیز نہ ہوتی تو رشید احمد بیمار ہو کر چار پائی سے لگ جاتا۔ حاضرینِ مجلس نے پوچھا کہ حضرت! وہ کیا چیز ہے جو نہ ہوتی تو آپ چار پائی سے لگ جاتے؟ فرمایا وہی چیز جس کی وجہ سے تم لگ مجھے کچھ سمجھتے ہو۔ اختر عرض کرتا ہے اس کا نام تعلق مع اللہ ہے ،اس کا نام اللہ سے تعلق ہے۔ مگر کیسا تعلق؟ صحیح اور قوی تعلق۔ یہ نہیں کہ تعلق تو بہت ہے مگر نماز روزہ غائب ہے، صحیح اور قوی تعلق جو اطاعت اور فرماں برداری کے ساتھ اور نافرمانی سے بچنے کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کانپور میں ایک شخص نے دیکھا تو اس وقت حضرت کی جوانی تھی، چہرہ سرخ سفید تھا اور بہت حسین وجمیل تھے۔ تو اس

نے خواجہ صاحب سے کہا کہ بھئی! آپ کے پیر صاحب کون سی بُوٹی اور کشتہ کھاتے ہیں جو اتنے لال ہیں۔ خواجہ صاحب نے جا کر حضرت سے نقل کر دیا کہ حضرت! ایک آدمی یہ پوچھ رہا تھا۔ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ہنسے اور فرمایا کہ خواجہ صاحب! جب وہ آدمی آپ کو کانپور میں ملے تو کہہ دینا کہ اشرف علی ایک بُوٹی کھاتا ہے جس سے اتنا سرخ سفید رہتا ہے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا کہ وہ کیا بُوٹی ہے؟ حضرت فرماتے ہیں کہ اس بُوٹی کا نام تعلق مع اللہ ہے، اللہ سے تعلق اگر ہے تو صحرا بھی گلستاں ہے ؎

معیت گر نہ ہو تیری تو گھبراؤں گلستاں میں
رہے تو ساتھ تو صحرا میں گلشن کا مزہ پاؤں

اگر اللہ ساتھ ہے تو جنگل بھی گلستان ہے۔

اللہ والوں کی مجالس سکون و اطمینان کی جان ہیں

اور میں آپ سے ایک بات عرض کرتا ہوں کہ اللہ والوں کی صحبت میں بھی اللہ نے یہ بہار رکھی ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

سکوں کی جان ہے واللہ تری محفل میں
چلے گا کون گلستاں میں دل کو بہلانے

اللہ کی قسم اللہ والوں کی محفل سکون اور اطمینان کی جان ہے جبکہ لوگ پارکوں وغیرہ میں دل بہلانے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اتنی دیر کسی اللہ والے کے پاس بیٹھو، وہ ایئر کنڈیشن ہیں، وہاں جا کر دیکھو کہ ان کے پاس کیا ٹھنڈک ہے اور وہاں جا کر تمہاری قسمتیں بدل جائیں گی اور ان کے جراثیم تمہیں پکڑ لیں گے۔ کون سے جراثیم؟ تقویٰ اور اللہ کی محبت کے جراثیم۔

بندگی کی معراج

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں خدا کی محبت کی بیماری جس کو مل جائے خوشا نصیب۔

زیں مرض خوشتر نہ باشد صحتے

اللہ تعالیٰ کی محبت میں کوئی بیمار ہو جائے تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ دنیا میں ایسی کوئی تندرستی نہیں ہے، اس مرض سے بڑھ کر کوئی تندرستی اور صحت نہیں۔

خوب تر زیں سم نہ دیدم شربتے

اور اللہ کی محبت کے زہر سے بہتر کوئی شربت نہیں اور مولانا محمد احمد صاحب نے کیا عمدہ شعر فرمایا ہے۔

نہیں رہتے ہیں ہم کیوں چاہیے ہم کو جہاں رہنا

زمین پر رہتے ہوئے اللہ والا بن کر رہنا، تجارتوں میں، دکانوں میں، کاروبار میں رہتے ہوئے ہر وقت باخدا رہنا، اللہ والا رہنا، یہ ہے بندگی کی معراج۔ میرا بھی ایک شعر ہے کہ اللہ والے کون ہیں؟

دنیا کے مشغلوں میں بھی وہ باخدا رہے
وہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

یعنی وہ جتنا چٹائی پر اور اشراق میں اور مساجد میں اللہ کے ساتھ ہے اتنا ہی وہ تجارت گاہوں میں اور دفتروں میں بھی باخدا ہے۔ اللہ والے اسی دنیا میں رہتے ہیں مگر اللہ سے ان کا تعلق بہت قوی ہوتا ہے، ہر اللہ والے کا الگ عالم ہوتا ہے، اس کے زمین و آسمان الگ ہوتے ہیں، اس کے سورج اور چاند الگ ہوتے ہیں۔

نہ یہ زماں نہ یہ مکاں نہ یہ زمیں نہ آسماں
تو نے جہاں بدل دیا آ کے مِری نگاہ میں

یہ اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ جس کی نگاہ میں اور دل میں اللہ آجاتا ہے اس کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے، اس کے سورج اور چاند اور ہوتے ہیں۔ یہ سورج تو ڈوبنے والا ہے مگر اللہ والوں کے قلب میں اللہ کے قرب کا جو آفتاب ہوتا ہے وہ کبھی نہیں ڈوبتا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آفتابِ عاشقاں تابندہ باد

اے خدا! تیرے عاشقوں کا سورج ہمیشہ چمکتا رہتا ہے کیونکہ دنیاوی سورج تو غروب ہوجاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے قرب کا سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔

کامل بننے کے لیے کاملین کی صحبت اٹھانی پڑے گی

خیر تو میں عرض کررہا تھا کہ جب میں نے ہما صاحب کو دوسرا شعر سنایا تو بار بار مجھ سے فرمائش کر کے وہ شعر سنا اور کہا کہ اس شعر سے تو قلب کو بڑی تسلی ہوگئی۔ وہ شعر تھا ؎

زندگی پر کیف پائی گرچہ دل پُر غم رہا
ان کے غم کے فیض سے میں غم میں بھی بے غم رہا

جو مخلوق بوسیدہ ہونے والی ہے اس میں اپنا سہارا مت تلاش کرو، یہ کسی بھی وقت تم سے ہٹ سکتی ہے۔ تو کامل بننے کا طریقہ یہ ہے کہ جیسے آپ اعلیٰ درجہ کا گھڑی ساز بننا چاہتے ہیں تو جو گھڑی سازی میں ماہر ہوگا اس کے پاس آپ کو رہنا پڑے گا، اسی طرح اگر دین میں کامل بننا ہے تو جو لوگ دین میں کامل ہیں ان کی صحبت میں رہنا پڑے گا۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

آج کل لوگ کہتے ہیں کہ جہاں دیکھو مسلمان پٹ رہے ہیں، مسلمانوں پر ذلت ہی ذلت ہے، اللہ میاں مسلمانوں کی مدد کیوں نہیں کرتا؟

بولو بھئی! یہ سوال اکثر ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے متعلق یہ فرما دیا کہ:

﴿ضُرِبَتۡ عَلَیۡهِمُ الذِّلَّةُ﴾

(سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۱۲)

یہودیوں پر ذلت کو مسلط کر دیا گیا تو پھر ان کی عزت کیوں ہو رہی ہے؟ اسرائیل اب تک عربوں کو کیوں پیٹ رہا ہے جبکہ یہودیوں کے لئے تو قرآن اعلان کر رہا ہے:

﴿وَضُرِبَتۡ عَلَیۡهِمُ الۡمَسۡكَنَةُ﴾

(سورۂ آلِ عمران، آیت:۱۱۲)

ان پر ذلت اور مسکنت کی مار مستقل رہے گی لیکن پھر یہ کیوں حکومت کر رہے ہیں اور اسرائیلی ہر روز عربوں کو کیوں پیٹ رہے ہیں؟ یہ سوال سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس آیت کے آگے بھی کچھ ہے اِلَّا بِحَبۡلٍ مِّنَ اللّٰهِ مگر جبکہ یہ یہودی ایمان لے آئیں تو ذلت ان پر سے ہٹ جائے گی، اب آپ کہیں گے کہ یہ تو ایمان نہیں لائے تو آگے ایک آیت اور بھی ہے وَحَبۡلٍ مِّنَ النَّاسِ یا بین الاقوامی طاقتوں کا سہارا لے کر، عالمی طاقتوں کا سہارا لے کر اور النَّاسِ میں الف لام استغراق کا ہے یعنی ان کا سارا زور محض عالمی طاقتوں کے سہارے پر ہے۔ تو قرآن نے اس مسئلہ کو حل کر دیا۔ قرآن تو قیامت تک کے لئے ہر اعتراض کا جواب دیتا ہے۔

اِتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا کے متعلق ایک اشکال کا جواب

مثال کے طور پر سورۂ یٰسین میں ہے کہ:

﴿اِتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا﴾

(سورۂ یٰسین، آیت:۲۱)

اے لوگو! جو تم سے اجر کا سوال نہ کرے اس کی اتباع کرو یعنی اگر کوئی بغیر کچھ مانگے، بغیر چندہ کئے، بغیر پیسہ مانگے، بغیر معاوضہ لئے دین کی طرف بلا رہا ہو تو اس کی اتباع کرو۔ اب اس آیت پر اشکال ہوتا ہے کہ امریکہ سے عیسائیوں کی ایک پارٹی آئی، وہ ایک غریب محلہ میں جا کر گندم اور چاول تقسیم کرتی ہے، ہر غریب کو ایک کمبل دیتی ہے اور وہاں ہسپتال کھول دیتی ہے اور کہتی ہے کہ دیکھو ہم قرآنِ کریم کی سورۂ یٰسین کی آیت کے مطابق تم سے کچھ معاوضہ نہیں لیتے بلکہ تم کو کچھ دے کر جا رہے ہیں لہٰذا تم اللہ کے حکم پر قرآنِ پاک کی ہدایت کے مطابق ہماری اتباع کرلو، کیونکہ قرآنِ پاک میں ہے اِتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُكُمۡ اَجۡرًا دین کے اس داعی کی اتباع کرو جو تم سے اجر اور مزدوری نہیں مانگتا۔ تو اے غریبو! بتاؤ ہم نے تم سے کچھ مانگا؟ ہم نے تو تمہیں کمبل دیئے، ڈبل روٹی دی، مکھن کی ٹکیہ دیں، دودھ کے ڈبے دیئے اور تمہاری جھونپڑیاں بھی بنوا دیں۔ آپ بتایئے! اس اعتراض کا کیا حل ہے؟ تو چونکہ قرآن پاک قیامت تک کے لئے آیا ہے اس لیے اللہ میاں نے آگے ہی حد لگا دی، اللہ کو پہلے ہی سے علم تھا کہ ایسے کافر پیدا ہوں گے جو ایسے کام کریں گے لہٰذا فوراً آگے بیان فرمایا وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ اور وہ بلا معاوضہ جو دعوت دے رہے ہیں وہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں۔ حال ہمیشہ ذوالحال کے لئے قید ہوتا ہے، جیسے جَآءَنِیۡ زَیۡدٌ رَاكِبًا زید آیا سوار ہو کر، تو اگر زید سواری کی حالت میں نہیں ہوگا تو وہ زید نہیں ہوگا۔ جب ہمیں خبر دینے والا کہہ رہا ہے کہ زید تمہارے پاس آئے گا سوار ہو کر تو حال ذوالحال کے لئے قید ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ نے قید لگا دی کہ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ وہ لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے لہٰذا یہ کافر ہدایت یافتہ نہیں گمراہ ہیں، تو وہ اس قید سے نکل گئے یا نہیں؟

بدون حدیث پاک کے قرآن پاک سمجھنا محال ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم بغیر حدیث کے صرف قرآن سے دین سمجھیں گے، تو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب نے فرمایا کہ شاعر کے کلام کو بھی متکلم کے دیکھے بغیر نہیں سمجھ سکتے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام کیسے ہم سمجھ سکتے ہیں جب تک کہ ان لوگوں سے مدد نہ لیں جنہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہو چنانچہ مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم ایک شعر پیش کرتے ہیں ۔

خَاطَ لِیْ عُمَرُ قُبًا

یَالَیْتَ عَیْنَیْہِ سَوَآءٌ

عمر نام کا ایک درزی تھا جو ایک آنکھ سے کانا تھا، اس نے شاعر کے لیے قبا سی، تو شاعر اس کے بارے میں کہتا ہے کہ عمر نام کے ایک خیاط یعنی درزی نے میرے لئے قبا سی، کاش اس کی دونوں آنکھیں برابر ہو جائیں۔ تو اس شاعر کے جو دو شاگرد اس وقت پاس بیٹھے تھے وہی اس کا مطلب سمجھ سکتے ہیں ورنہ ایک صدی کے بعد اس کے دو معنی پیدا ہو جائیں گے کہ اس کی دونوں آنکھیں برابر ہو جانے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی ایک آنکھ تو کانی تھی تو کیا دوسری بھی کانی ہو جائے یا دونوں آنکھیں اچھی ہو جائیں۔ تو یہ معنی مفہوم کیسے متعین ہوگا؟ جنہوں نے شاعر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس نے یہ شعر خوش ہو کر کہا یا ناراضگی کی حالت میں۔ اگر خوش ہو کر کہا تو دعا ہے کہ یا اللہ! اس کی ایک آنکھ خراب ہے تو دونوں آنکھیں برابر کر دے یعنی جو خراب والی ہے وہ اچھی ہو جائے۔ اور اگر قبا خراب سی تو اس نے غصہ میں لال ہو کر کہا کہ خدا کرے اس کی دونوں آنکھیں برابر ہو جائیں یعنی جو آنکھ اچھی ہے وہ بھی خراب ہو جائے۔

جب ایک شاعر کا کلام اس کے شاگردوں کے دیکھے بغیر حل نہیں ہوسکتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کلام بغیر صحابہ کرام کے کیا سمجھو گے۔ جو صحابہ کے معیارِ حق کو نہیں سمجھتے ان ظالموں کا کیا حال ہوگا؟ ان کو کہاں سے حق ملے گا؟ انہوں نے تو دین کی بنیاد ہی گرادی۔ لہٰذا احادیث کا مفہوم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھنا پڑے گا، صحابہ بتائیں گے کہ یہ بات بیان کرتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوش تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر ناراضگی کے آثار تھے، تب اس کا مفہوم و معنیٰ متعین ہوں گے۔

لب ولہجہ بدلنے سے معنیٰ بدل جاتے ہیں

اب جیسے کسی کے پاس ایک شخص آرہا ہے تو اس نے کہا کہ روکو مت ،آنے دو۔ اب اس کے کیا معنیٰ ہیں؟ کہ اس کو روک لو، آنے نہ دو یا روکو، مت آنے دو۔ بتائیے! الفاظ وہی ہیں کہ نہیں یا الفاظ میں اضافہ ہے؟ الفاظ وہی ہیں صرف لہجہ کے فرق سے معنیٰ بدل جائیں گے، اگر اس شخص نے محبت سے مسکراتے ہوئے کہا تب اس کے معنیٰ ہوں گے کہ اس کو روکو نہیں بلکہ آنے دو، اوراگر اس کے لب ولہجہ میں گرمی ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ اس کو روکو میرے پاس آنے نہیں دو۔ تو دوستو! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمتوں سے جو سینے محروم ہوئے یادرکھئے بس وہ شاہراہِ اسلام سے ہٹ گئے۔

اَلَاوَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً......الخ کی شرح

اب میں اس حدیث کا ترجمہ کرتا ہوں جو میں نے مشکوٰۃ میں سے پڑھی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ:

((اَلَاوَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً))

(صحیحُ البخاری، کتابُ الایمان، باب فضل من استبرأ لدینہ، ج:۱، ص:۱۳)

اے انسانو! تمہارے سینوں میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے عربی قاعدہ ہے کہ جب اِنَّ آئے اور اس کے بعد جار مجرور ہو تو اس کا اسم مؤخر ہوجاتا ہے، یہ قاعدہ کلیہ ہے، ظرف ہو یا جار مجرور ہو جب اِنَّ کے فوراً بعد آئے گا تو اس کا اسم مؤخر اور منصوب ہوتا ہے یعنی اس پر زبر ہوتی ہے اس لئے مُضْغَۃً پڑھا جائے گا یعنی خبردار! خوب سن لو! تمہارے جسم میں ایک ٹکڑا ہے، ابھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس ٹکڑے کا نام نہیں بتا رہے ہیں، آگے فرماتے ہیں اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اگر وہ ٹکڑا صحیح ہوجائے، نورانی ہوجائے، تندرست ہوجائے تو کیا ہوگا صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ سارا جسم درست ہو جائے گا یعنی تمام جسم سے اچھے اچھے اعمال نکلنا شروع ہوجائیں گے وَ اِذَا فَسَدَتْ اگر وہ ٹکڑا خراب ہوگیا تو وَ اِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ پورا جسم خراب ہوجائے گا، اَلَا وَ ھِیَ الْقَلْبُ ارے سن لو! اس ٹکڑے کا نام دل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنے گناہ ہوتے ہیں دل کی خرابی سے ہوتے ہیں، دل خراب ہوتا ہے تب ہی بدنگاہی ہوتی ہے، بندہ کے دل سے اللہ کا خوف نکلا تب وہ دل گناہ کرتا ہے۔ جب دل خراب ہوتا ہے، خدا کا خوف نکلتا ہے پھر وہ رشوت لیتا ہے۔ جب تک دل میں خوفِ الٰہی رہے گا وہ کبھی گناہ نہیں کرسکتا لہٰذا دل کی خرابی سے نہ تو جسم کے اعضاء صحیح کام کریں گے اور نہ ہاتھ سے کام اچھا ہوگا، نہ کان سے، دل خراب ہوگیا تو سارے اعضاء خراب کام کرنے لگیں گے کیونکہ دل بادشاہ ہے اور اعضاء رعایا ہے، بادشاہ بگڑ گیا تو رعایا بگڑ گئی۔ دل بادشاہ ہے لہٰذا دل کو درست کرو، بادشاہ کی درستی کرو، دل کی اصلاح کرو اسی کا نام تصوف ہے۔

قلبِ سلیم

علماء نے لکھا ہے کہ اسی حدیث سے خانقاہوں کا ثبوت ملتا ہے کہ اہل اللہ کی محبت میں خانقاہوں میں جانا، دل کے معالجین میں سے کسی سے اپنے دل کا علاج کرانا اسی کا نام تصوف ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اِذَا صَلَحَتْ کا ترجمہ اِذَا تَنَوَّرَتْ فرمایا ہے یعنی اللہ کے نور سے دل نورانی ہوجائے، تو ذکر اللہ سے اور اہل اللہ کی محبت سے دل نورانی بنے گا، تندرست ہوجائے گا اور اسی دل کا نام قلبِ سلیم ہے یعنی بھلا چنگا دل۔ اس کے برعکس جس دل میں بیماری ہوتی ہے، اور دل کی بیماری کا بھی قرآن پاک میں ثبوت ہے:

﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت:۳۲)

جس کے دل میں مرض ہوتا ہے وہ عورتوں کی طرف طمع کرتا ہے، عورتوں کی طرف لالچ کرتا ہے لہٰذا قلب کا حسینوں کی طرف میلان ہونا اس کا علاج کرانا چاہئے۔

مالدار ہونا متقی شخص کو نقصان نہیں دیتا

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسلام کروڑ پتی بننے سے منع نہیں کرتا۔ بادشاہت کے ساتھ بھی ولایت جمع ہوجاتی ہے۔ ایک شخص بادشاہ بھی ہے اور ولی بھی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہت کے ساتھ پیغمبر ہوسکتے ہیں تو بادشاہت کے ساتھ ولایت کیوں نہیں جمع ہوسکتی، لہٰذا امیر آدمی بھی ولی اللہ ہوسکتا ہے، اب ہر آدمی کروڑ پتی تو بننا چاہتا ہے مگر دولت کا منتر بھی تو سیکھو کیونکہ دنیا سانپ کی طرح ہے، سانپ پکڑنے سے پہلے منتر سیکھ لو ورنہ ڈسے جاؤ گے۔ تو دنیا ہم لوگوں کے لئے ہے لیکن ہم اس کا منتر نہیں سیکھتے،

وہ منتر کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی لِمَنِ اتَّقَی اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ))

(مشکاۃ المصابیح، کتاب الرقاق)

جو اللہ سے ڈرتا ہے تقویٰ اختیار کرتا ہے اسے مالداری کچھ نقصان نہیں دیتی۔ تو وہ منتر تقویٰ ہے اسی لیے فرماتے ہیں لَا بَأْسَ بِالْغِنٰی مالداری کچھ نقصان نہیں دے سکتی چاہے کروڑ پتی ہو یا ارب پتی ہو بشرطیکہ اس کے دل میں اللہ کا خوف ہو یعنی دنیا کے کاٹے کا منتر ہو۔

افسوس کہ آج ہر شخص بڑا آدمی بننا چاہتا ہے، تجارت کرنا چاہتا ہے، مال دار ہونا چاہتا ہے، سانپ کو پالنے کی خوشی تو بہت ہے مگر اس کا منتر یعنی تقویٰ نہیں سیکھتے، جہاں مال آیا تو جو کچھ روزہ نماز تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ جب بڑے آدمی ہو گئے تو اب بڑے آدمی کی علامت یہ ہے کہ رات کو بارہ بجے تک ٹی وی دیکھیں اور دن میں نو بجے اٹھیں، ان کا سونے کا خاص داری دھار لباس ہوتا ہے، اس کو پہن کر سو گئے اور نو بج تک سوتے رہے۔ ہائے افسوس! یہ مال آتا ہے تو بے دینی ساتھ لاتا ہے۔

مالداری کا نقصان

حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ہندوستان میں ایک عورت اتنی پردہ نشین تھی کہ جج نے اسے عدالت میں طلب کیا تو اس نے کہا کہ میں زمین سے دستبردار ہوتی ہوں مگر میں کسی غیر محرم کو آواز نہیں سنا سکتی، اس لیے عدالت نہیں جاؤں گی۔ ڈاکٹر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اسی خاتون کو کراچی صدر کی سڑکوں پر بے پردہ دیکھا گیا۔ رونے کا مقام ہے، کیونکہ یہاں صوفہ سیٹ آ گئے، ٹیلی وژن آ گیا، مال آ گیا اور دین رخصت

ہوگیا۔ اس لئے تقویٰ کا حاصل کرنا فرض ہے۔ مگر تقویٰ کہاں سے ملے گا؟ اہل اللہ کی صحبتوں سے ملے گا، متقین کی صحبتوں سے ملے گا۔

حصولِ تقویٰ کا ذریعہ صحبت صادقین ہے

قرآن بتاتا ہے کہ تقویٰ کہاں سے ملے گا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

(سورۃ التوبۃ، آیت:۱۱۹)

اے ایمان والو! تقویٰ اختیار کرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔ یہاں صادقین بمعنی متقین کے ہے۔ ایک آیت سے دوسری آیت کی تفسیر ہوتی ہے، کلامِ الٰہی کی کلام الٰہی سے تفسیر ہوتی ہے لہٰذا صادقین کی تفسیر اس دوسری آیت سے ہوتی ہے:

﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

(سورۃ البقرۃ، آیت:۷۷)

صادقین ہی متقین ہیں۔ تو مطلب یہ ہوا کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی صحبت میں رہو ان شاء اللہ آپ کو بھی ڈر مل جائے گا یعنی آپ کو بھی اللہ والی زندگی مل جائے گی۔ اللہ والوں کے پاس رہیں گے تو اللہ والی زندگی عطا ہو جائے گی۔

تبلیغی جماعت نافع ہے کافی نہیں

تو دوستو! اسی لیے عرض کر رہا ہوں کہ تقویٰ کے بغیر دنیا آئی تو خیریت نہیں ہے۔ اس لئے جو جوان طالبِ علم ہیں اور اب بڑے آدمی ہونے کے قریب ہیں، ایم ایس سی کر رہے ہیں، پی ایچ ڈی کر رہے ہیں اور ان کو عنقریب دس ہزار کی نوکری مل جائے گی تو ان کو فوراً کسی بزرگ سے تعلق قائم کرنا چاہیے، خانقاہوں میں، اللہ والوں کی صحبتوں میں آنا جانا رکھو، تبلیغی جماعتوں میں

جایئے، جس طرف ذہن مانے وہاں جایئے، جو خانقاہوں میں جانا نہیں چاہتے ان کو مکی مسجد لے جاؤ، وہاں اس کو اپ ٹو ڈیٹ پینٹ شرٹ پہنے ہوئے کچھ لوگ ملیں گے، کچھ انجینئر ڈاکٹر ملیں گے، ہر چڑیا اپنی جیسی چڑیا کے ساتھ اُڑتی ہے لہٰذا جب وہاں دیکھیں گے کہ ایک جماعت جارہی ہے، اس میں کچھ انجینئر ہیں، کچھ ڈاکٹر ہیں، کچھ ڈاڑھی والے ہیں، کچھ بغیر ڈاڑھی والے ہیں تو جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ تو ہمارے ہی جیسے لوگ ہیں لہٰذا چلہ لگا لیا کچھ دنوں کے بعد ماشاء اللہ ڈاڑھی بھی رکھ لیتا ہے لیکن یہ فرسٹ ایڈ ہے بعد میں بڑے علماء سے تقویٰ اور دین کے باتیں بھی سیکھے، دین خالی چھ نمبر ہی میں نازل نہیں ہوا سمجھ لو اس کو، وہاں بدنگاہی سے بچنے کی کوئی تعلیم نہیں ہوگی، یہ آپ کو اللہ والوں سے سیکھنا پڑے گا۔ غیبت سے بچنا، کبر و بڑائی کا علاج خانقاہوں میں اور اللہ والوں کے پاس ہی ہوتا ہے۔

رائی برابر تکبر کا عذاب

تبلیغ میں چلّہ لگانے کے بعد ایک شخص میرے پاس کراچی آیا، اس نے کہا کہ میں ابھی سندھ کے ریگستانوں میں، صحراؤں میں، جلتی ہوئی ریت پر چلّہ لگا کر آیا ہوں اور میں دیکھتا ہوں بڑے بڑے عالم پنکھے کے نیچے بیٹھے ہوئے بخاری پڑھا رہے ہیں، میں ان سے افضل ہوں یا یہ مجھ سے افضل ہیں؟ میں نے کہا کہ تم بالکل شیطان بن کر آئے ہو اس لئے کہ اپنے کو بڑا سمجھنا یہ شیطانی مرض ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں رائی کے برابر بڑائی آئے گی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ انہوں نے کہا کہ اچھا میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ میں سب سے افضل ہوں، کراچی میں مجھ سے بڑا کوئی بزرگ نہیں ہے کیونکہ میں نے بڑے پاپڑ بیلے ہیں۔ تو میں نے کہا کہ تمہارا کوئی

شیخ ہے؟ انہوں نے کہا کہ فلاں شیخ ہیں، میں نے کہا کہ جاؤ شیخ کے پاس اوران سے پوچھو۔ تو جب اس نے اپنا حال بتایا تو شیخ نے دوطمانچے لگائے اور کہا کہ زبان سے یہ کہو کہ دنیا کے تمام مسلمان مجھ سے افضل ہیں، میں سب سے خراب ہوں تب ایمان کامل ہوگا اور اگر ایک مسلمان کو بھی حقیر سمجھا تو اسے جنت کی خوشبو بھی نہیں ملے گی۔ واضح حدیث موجود ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر کبریائی ہوگی تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ تو دیکھا شیخ کی ضرورت ہوئی یا نہیں؟ چلّہ لگانے کے بعد پیٹ میں کبر کے بل پیدا ہوئے یا نہیں؟ لہٰذا شیخ کی ضرورت بھی ہے۔

اخلاص اللہ والوں کی صحبت میں ہی حاصل ہوتا ہے

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کی صحبت سے اخلاص حاصل کیا تھا، خانقاہوں کا ثبوت ان کی زندگی سے ملتا ہے، وہ مدرسہ مظاہر العلوم میں عالم بنے لہٰذا مدارس کا وجود بھی ضروری ہے۔ پھر آخر میں تبلیغ کی تو تبلیغ بھی ضروری ہے۔ ہم تو تینوں کو ضروری سمجھتے ہیں اور تبلیغ کے لئے تزکیۂ نفس سب سے ضروری ہے، اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر اخلاص نہ ہوا تو تبلیغ والا بھی اور مال دار بھی اور قاری بھی یہ تینوں کے تینوں جہنم میں جائیں گے، لہٰذا اللہ والوں کی صحبتوں سے اخلاص حاصل کرنا ضروری ہے۔

شرک اور ریا سے بچنے کی دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب اس حدیثِ ریا کو بیان فرماتے تھے تو مارے ڈر کے بے ہوش ہوجاتے تھے کہ پتہ نہیں میرا شمار مخلصین میں ہوگا یا نہیں۔ دیکھا آپ نے ان میں کتنا اخلاص تھا۔ اگر خدا نے قبول نہ کیا، دل میں بڑائی آگئی ریا، دکھلاوا آگیا تو یہ سارے چلّے ضائع ہوجائیں گے۔ اور ریا

کتنا باریک ہوتا ہے، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ریا اتنا باریک ہوتا ہے
أَدَقُّ مِنْ دَبِيْبِ النَّمْلَةِ السَّوْدَآءِ عَلَى الصَّخْرَةِ الصَّمَّآءِ فِي اللَّيْلَةِ الظَّلْمَآءِ
(مرقاۃ۔ کتاب الرقاق۔ باب الریا والمعۃ رقم ۵۳۲۸)

یعنی کالی چیونٹی کالے پتھر پر کالی رات میں چل رہی ہو اس سے بھی زیادہ باریک ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر ہم ریا سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے صدیقِ اکبر! یہ دعا پڑھ لیا کرو نَجَوْتَ مِنَ الشِّرْكِ مِنْ قَلِيْلِهٖ وَ كَثِيْرِهٖ وَصَغِيْرِهٖ وَ كَبِيْرِهٖ تو شرک سے نجات پا جائے گا خواہ چھوٹا شرک ہو یا بڑا، قلیل ہو یا کثیر۔ وہ کیا دعا ہے؟

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ أَنْ أُشْرِكَ بِكَ وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ))
(مرقاۃ المفاتیح، ج:۱۰، ص:۷۰، کنز العمال، ج:۲، ص:۸۱۶)

یہ دعا آپ نوٹ کر لیجئے اور اس کو پڑھا کیجئے۔

تو میرے دوستو! یہ دل بھی بیمار ہو جاتا ہے جس کا ثبوت قرآن میں ہے فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ اب بیمار دل قلبِ سلیم کیسے ہوگا؟ دل اچھا کیسے ہوگا؟ جن کا دل اصلاح یافتہ ہو جائے، اللہ والا دل بن جائے اس کا نام اللہ نے قلبِ سلیم رکھا ہے اور جس کا دل بیمار ہے، ہر وقت گناہ کرنے میں لگا ہوا ہے، گناہ کے تقاضوں پر عمل کر رہا ہے، خالی تقاضے نہ ہوں بلکہ تقاضوں پر عمل بھی کر رہا ہے، گناہ کے تقاضے ہونے سے دل بیمار نہیں ہوگا بلکہ اگر ان تقاضوں پر عمل کر لیتا ہے تو دل بیمار ہوگا اور اگر عمل نہیں کرتا تو وہ بھی قلبِ سلیم ہے لہٰذا قلب بیمار قرآن سے ثابت ہوا فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ یہ قرآن کی آیت ہے اور:

﴿يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○﴾
(سورۃ الشعرآء آیت ۸۸، ۸۹)

یہ بھی قرآن کی آیت ہے یعنی قیامت کے دن مال اور اولاد کچھ نفع نہیں دیں گے۔

پھر اس دن کون کامیاب ہوگا؟ اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ جس کا قلب سلیم ہوگا یعنی بھلا چنگا اور سلامت ہوگا۔

قلب سلیم کی پانچ تفاسیر

اب قلبِ سلیم کی تفسیر سن لیجئے بس پھر مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ والے دل یعنی قلبِ سلیم کی پانچ تفسیریں بیان کی ہیں:

قلب سلیم کی پہلی تفسیر

(۱)......اَلۡقَلۡبُ السَّلِیۡمُ ھُوَ الَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَہٗ فِیۡ سَبِیۡلِ الۡبِرِّ وَیُرۡشِدُ بَنِیۡہِ اِلَی الۡحَقِّ

(روح المعانی، ج ۱۹، ص ۱۰۰)

چونکہ اس سے پہلے آیت میں مال اور اولاد کا ذکر آیا ہے یَوۡمَ لَا یَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ یعنی قیامت کے دن مال اور اولاد کچھ نفع نہیں دیں گے لٰہذا علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ قلبِ سلیم والے وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی نے آیت کے پہلے جز یعنی مال کی تفسیر بیان کی ہے، اس کے بعد علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے دوسرے جز یعنی اولاد کی تفسیر بیان کرتے ہیں، آیت کے پہلے جز کا دوسرے جز سے جوڑ لگانا ضروری ہے لٰہذا فرماتے ہیں وَیُرۡشِدُ بَنِیۡہِ اِلَی الۡحَقِّ اور اپنی اولاد کو ہدایت کرتا ہے کہ بیٹو! نماز پڑھو، اللہ والے بنو، اپنی اولاد کو اللہ کے راستہ پر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے، بزرگوں سے دعا کراتا ہے، بزرگوں کے پاس لے جانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود تو نیک ہے مگر اولاد کو نیک بنانے کی کوشش نہیں کرتا تو اس کا دل سلیم نہیں ہے، خود تو ہر وقت

تسبیح پڑھ رہا ہے اور اولاد جو چاہے کرے، ایسا شخص قلبِ سلیم والا نہیں ہوگا۔ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں قلبِ سلیم کی دو صفتیں بیان کردیں۔

قلب سلیم کی دوسری تفسیر

(۲)......اَلَّذِیْ یَکُوْنُ قَلْبُهٗ خَالِیًا عَنِ الْعَقَآئِدِ الْبَاطِلَةِ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ

(روح المعانی، ج ۱۹، ص ۱۰۱)

اس کا دل باطل عقائد سے خالی ہوجائے اور باطل عقائد کی تفسیر کی ہے کہ شر، نفاق اور کفر جیسے عقائد سے پاک ہوئے۔

قلب سلیم کی تیسری تفسیر

(۳)......اَلَّذِیْ یَکُوْنُ قَلْبُهٗ خَالِیًا عَنْ غَلَبَةِ الشَّهَوَاتِ الَّتِیْ تُؤَدِّیْ اِلَی النَّارِ

(روح المعانی، ج ۱۹، ص ۱۰۱)

ان خواہشاتِ نفسانیہ سے قلب کو نجات مل جائے جو جہنم میں لے جانے والی ہوں یعنی دل میں گناہوں تقاضوں پر عمل نہ کرنے کی طاقت پیدا ہوجائے، دل میں روحانیت غالب آجائے۔

قلب سلیم کی چوتھی تفسیر

(۴)......اَلَّذِیْ یَکُوْنُ قَلْبُهٗ خَالِیًا عَمَّا سِوَی اللهِ

(روح المعانی، ج ۱۹، ص ۱۰۱)

سبحان اللہ! یہ تفسیر صوفیوں کے لئے ہے، عاشقوں کے لئے الگ تفسیر ہوتی ہے کیونکہ عاشقوں کی زبان بھی الگ ہوتی ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قَالَ سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تفسیر فرمائی ہے کہ قلبِ سلیم وہ دل ہے اَلَّذِیْ لَیْسَ فِیْهِ غَیْرُ اللهِ جس دل میں غیر اللہ نہ ہو، اللہ ہی اللہ ہو، سبحان اللہ! اور اسی مقام سے اسمِ اعظم اللہ ہوتا ہے۔ امام غزالی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اسم اعظم یہی اللہ کا نام ہے جس کی برکت سے ہر دعا قبول ہوجاتی ہے، جس پر پھونک مار وہ کام ہوجاتا ہے اَلْاِسْمُ الْاَعْظَمُ هُوَ اللّٰهُ بِشَرْطٍ اَنْ يَّكُوْنَ لَيْسَ فِيْ قَلْبِكَ سِوَى اللّٰهِ اسمِ اعظم اللہ ہی کا نام ہے بشرطیکہ جس وقت تمہاری زبان سے اللہ نکلے اس وقت اللہ کے سوا تمہارے دل میں کچھ نہ ہو۔ قلب کی گہرائیوں سے اور قلب کو غیر اللہ سے خالی کر کے جو اللہ نکلتا ہے وہ اسمِ اعظم ہوجاتا ہے۔

قلب سلیم کی پانچویں تفسیر

(۵)...... آخری تفسیر یہ ہے کہ دل میں اللہ کی ایسی محبت قائم ہوجائے کہ کسی وقت اللہ کو نہ بھولے کیونکہ سلیم کے معنیٰ لَدِیْغٌ یعنی کانٹے کے بھی آتے ہیں، جس کے کانٹا چبھ جائے اس کو ہر وقت ہلکی سی چبھن رہتی ہے، تو دل میں اللہ کی محبت ایسی رہے جیسے کانٹا چبھے اور ٹوٹ جائے تو ہر وقت ہلکی سی چبھن رہتی ہے اور ہر وقت اس کی طرف دھیان رہتا ہے۔

صاحبِ نسبت ہونے کی علامت

اللہ تعالیٰ کی اسی محبت پر مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا ایک شعر ہے کہ ہر وقت اللہ کا دھیان قائم رہے تب سمجھ لو یہ صاحبِ نسبت ہوگیا۔ اگر صرف مسجد میں نمازی بن گیا اور مسجد میں بڑی تسبیحات پڑھیں اور باہر نکلا تو گالیاں دے رہا ہے، لڑ رہا ہے، غصہ کر رہا ہے، شیطان بن جاتا ہے تو یہ اللہ والا نہیں ہے، اللہ والا وہ ہے جو چوبیس گھنٹے اللہ کو دیکھتا ہے کہ میرا اللہ مجھے دیکھ رہا ہے کہ میرا یہ بندہ زمین پر کیا کام کر رہا ہے، اسے ہر پل خدا یاد رہتا ہے۔ تو حضرت شاہ فضلِ رحمن صاحب گنج مرادآبادی کے خلیفہ اجل مولانا شاہ محمد احمد صاحب اسی سلسلہ میں فرماتے ہیں ؎

شکر ہے دردِ دل مستقل ہوگیا
اب تو شاید مرا دل بھی دل ہوگیا

یعنی وہ دل اصلی معنوں میں دل بن جاتا ہے جس دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد مستقل قائم ہوجائے تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ قلبِ سلیم کی آخری تفسیر بیان کرتے ہیں کہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ایسی محبت قائم ہوجائے کہ بندہ کسی وقت بھی اللہ کو نہ بھولے، لہٰذا فرماتے ہیں کہ سلیم بمعنی لَدِیْغٌ ہے یعنی کانٹا چبھ کر ٹوٹ جائے۔اسی کو اردو شاعر کہتا ہے کہ ؎

کوئی کانٹا چبھے اور ٹوٹ جائے

اسی کا نام ہے دردِ محبت

کیوں صاحب ایک کانٹا چبھا اور ٹوٹ گیا، اب مرغ کھا رہے ہیں تو بھی اس کے زخم کی چبھن رہتی ہے یا نہیں؟

اللہ والوں کو تخت و تاج بھی گمراہ نہیں کر سکتے

تو اللہ والے چاہے مرغ کھائیں چاہے چٹنی روٹی کھائیں، چاہے انہیں ہوائی جہاز میں بٹھا دو چاہے تاجِ شاہی پہنادو اگر وہ اللہ والا ہے تو ہر وقت اللہ والا رہے گا۔تخت و تاج اس کو گمراہ نہیں کر سکتے جیسے ایک اونٹ جا رہا ہے اور اس کی پیٹھ پر نقارے بج رہے ہیں یعنی بہت بڑے بڑے ڈھول جن کی آواز دو میل دور تک جاتی ہے، محلہ کے چند بچوں نے اونٹ کو چڑانے کے لیے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے تالی بجائی۔تو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اونٹ نے ان بچوں سے کہا کہ اے میرے پیارے بچو! تمہارے تالی بجانے کا مجھ پر رعب نہیں جم سکتا، مجھے ان کا کوئی خوف یا ڈر نہیں ہے، نہ ہی میں تمہاری اس حرکت سے متاثر ہوسکتا ہوں کیونکہ میری پیٹھ پر ایسے ڈھول بجتے ہیں جو دو میل دور تک سنائی دیتے ہیں، تمہاری ہتھیلی کی آواز ہمیں کیا سنائی دے گی، وہ تو ہمارے لئے کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔

اللہ والوں کا دنیا کی رنگینیوں سے متاثر نہ ہونے کی وجہ

تو اللہ والوں کو آخرت کا غم اور میدانِ محشر کا اتنا خوف ہوتا ہے کہ تاجِ شاہی اور سلطنت اور مال و دولت ان کو خرید نہیں سکتی، گمراہ نہیں کرسکتی کیونکہ ان کی پیٹھ پر اللہ کے خوف کے نقارے بج رہے ہیں، لہٰذا جب یہ دنیا والے ہر وقت ان کا مذاق اڑاتے ہیں کہ ارے ملّا! یہ ڈاڑھی کیوں رکھ لی؟ تو وہ کہتا ہے کہ ارے تم ہنستے رہو، ان شاء اللہ ہمیں آخرت میں رونا نہیں پڑے گا، تم ہی ہنس کر اپنی آخرت خراب کرتے ہو۔ بس دوستو! اِلَّا مَنۡ اَتَی اللّٰہَ بِقَلۡبٍ سَلِیۡمٍ کی تفسیر ہوگئی۔ آج میں نے ایک نیا مضمون بیان کیا ہے پہلے اس کو کبھی نہیں بیان کیا۔ قلبِ سلیم کی پانچ تفسیریں بہت مدلل، مفصل اور بڑی زبردست تفسیر یعنی روح المعانی سے عرض کردیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قلبِ سلیم یعنی بھلا چنگا دل، اللہ والا دل، اولیائے صدیقین جیسا دل ہمارے سینوں کو عطا کردیجئے، اپنی رحمتِ کاملہ کے صدقہ میں، رحمۃ للعالمین کے صدقہ و طفیل میں اور ان بزرگوں کے صدقہ میں جن کی محبتوں میں ہم بیٹھے ہیں، جن کی جوتیاں اٹھانے کو ہم فخر سمجھتے ہیں۔ اللہ ہمیں اپنے بزرگوں سے عاشقانہ و والہانہ محبت نصیب فرمائیے۔ اللہ ہماری جانوں کو ان پر فدا فرما اور ان کے ناز و نخرے جو کچھ بھی ہوں، ان کی ڈانٹ ڈپٹ کو ہمارے لئے لذیذ تر فرمادے۔ اے اللہ! لوگ دنیا کی محبت میں بازاروں میں دھوپ میں اپنا پسینہ نکالتے ہیں اور بڑے بڑے مال دار اور بڑے بڑے افسران کی ڈانٹ ڈپٹ سنتے ہیں تو یا اللہ! آپ کے مقبول و محبوب بندے اگر کبھی کسی بات پر ہماری گرفت کرلیں تو اپنی محبت میں ان کی ڈانٹ ہمارے قلوب میں مٹھائیوں سے زیادہ لذیذ فرمادیجئے اور ہمیں اپنی ذات سے

اور اہل اللہ سے عاشقانہ اور والہانہ تعلق نصیب فرمائیے۔ یا اللہ! بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے دعا مانگی کہ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرما اور اپنی محبت کرنے والوں کی بھی محبت نصیب فرما۔ اے اللہ! اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو ہم سب کے لئے قبول فرما یعنی ہمیں اپنی محبت بھی نصیب فرما اور آپ سے محبت کرنے والوں کی محبت بھی نصیب فرما اور ان اعمال کی محبت بھی نصیب فرما جو آپ کی محبت سے قریب کرنے والے ہوں۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ کُلَّ خَیْرٍ لِکُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَاتٍ اے اللہ! میں آپ سے ان دعاؤں کو سارے عالم کے مسلمانوں کے لئے قبول فرمانے کی بھیک مانگتا ہوں اور اے اللہ! جو لوگ یہاں آئے ہوئے ہیں اختؔر کو اور ان سامعین کرام کو سب کو بلا استحقاق محض اپنی رحمت سے اپنا مقبول، اپنا محبوب اور صاحبِ نسبت اللہ والا بنا دیجئے کیونکہ آپ کریم ہیں اور کریم کی تعریف ہے کہ جو بلا استحقاق عطا فرمائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَآ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ